(72)

سفر یورپ اور جماعت احمدیہ کا انتظام

(فرمودہ ۱۱ جولائی ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ سورۂ فلق اور سورۂ والناس کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہوا تو تجویز ہے کہ اس کے فضل اور رحم کے ماتحت اس سفر کو اختیار کیا جائے۔ جس کے متعلق اعلان کیا جا چکا ہے۔ اس سفر کی خبر سن کر ہی بہت سے دوست آج بیرون جات سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی محبت کا اس طرح ثبوت دیا ہے۔ میں آج کا خطبہ جمعہ اسی سفر کے متعلق ہدایات کے بیان کرنے میں صرف کرنا چاہتا ہوں:۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دو آدمی ہوں تو ان میں ایک امیر ہونا چاہیئے۔ مجھے ہندوستان میں جب کبھی سفر کا موقع پیش آیا ہے اس وقت اس بات کی ضرورت ہوتی تھی کہ قادیان کی جماعت کے لئے امیر مقرر کیا جائے۔ لیکن یہ سفر چونکہ ہندوستان سے باہر کا ہے اس لئے اس وقت یہی ضرورت نہیں کہ قادیان کے لئے کوئی امیر مقرر کیا جائے بلکہ یہ ضرورت ہے کہ ایسا نائب مقرر کیا جائے جو سارے ہندوستان کی جماعتوں کے معاملات سے تعلق رکھتا ہو اور میں نے اس غرض کے لئے مولوی شیر علی صاحب کو تجویز کیا ہے۔ وہ ایسے معاملات کے متعلق جو فوری اور ضروری ہوں اور جن کے متعلق مجھ سے مشورہ بذریعہ خط یا بذریعہ تار نہ لیا جا سکتا ہو فیصلہ کریں گے۔ اور چونکہ یہ کام نہایت اہم ہے اور چونکہ

خلیفہ اور نائب میں فرق ہے۔ کیونکہ خلیفوں کے لئے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور ایسے امور کی طرف ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ جن میں جماعت کی بہتری ہوتی ہے۔ اور فرماتا ہے ان کا انتخاب خود خدا کرتا ہے گو بندوں کے ذریعہ ہی انتخاب ہوتا ہے۔ مگر ان کی

زبانوں پر خدا بول رہا تھا لیکن نا بوں کے لئے یہ نہیں- اس لئے میں نے تجویز کی ہے کہ مولوی صاحب کے ساتھ دو نائب رکھے جائیں- جن کے مشورہ سے وہ کام کریں- وہ دو میں نے مفتی محمد صادق صاحب و میاں بشیراحمد صاحب کو تجویز کیا ہے- وہ ایسے امور کو کہ جو خلافت سے وابستہ ہوں اور جن میں وہ مجھ سے بذریعہ تار یا خط مشورہ نہ لے سکتے ہوں- یا ایسے چھوٹے امور کہ جن میں مشورہ کی ضرورت نہ ہو طے کریں گے-

اس کے علاوہ یہ دو نائب ہوں گے- ایک مجلس شوریٰ بھی تجویز کی گئی ہے- اس کے ممبر بھی جو قادیان میں رہتے یا باہر سے آتے ہیں- ان سے مشورہ لیں گے- اس کے ممبر یہ قرار دیئے گئے ہیں-

مولوی سید سرور شاہ صاحب' قاضی امیر حسین صاحب' سید ولی اللہ شاہ صاحب' ماسٹر عبدالمغنی صاحب' قاضی عبداللہ صاحب' مولوی فضل دین صاحب' خلیفہ رشید الدین صاحب' مولوی محمد اسماعیل صاحب' میر قاسم علی صاحب' قاضی اکمل صاحب' شیخ محمد یوسف صاحب' ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب-

ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب پرانے اور مخلصوں میں سے ہیں- ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں - جو ان سے دیرینہ ہیں- بعض ان سے اخلاص بھی زیادہ رکھتے ہیں- لیکن بیماری یا ضعف یا اور نقائص کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا ہے-

دفتری معاملات کے علاوہ جو اور معاملات ہوں اور جن میں مشورہ لے لیا کرتا ہوں-ان میں ان لوگوں سے مشورہ لے لیا جایا کرے- لیکن صرف یہی لوگ مشورہ کے لئے مخصوص نہیں جو بھی کسی فن کا ماہر ہو اسلامی طریق یہی ہے کہ اس سے مشورہ لے لیا جائے- ہو سکتا ہے کئی ایسے امور ہوں جن میں عورتوں سے بھی مشورہ لینے کی ضرورت ہو-

علمی کام کو جاری رکھنے کے لئے یہ تجویز ہے کہ مولوی شیر علی صاحب درس قرآن بھی دیں اور اس درس کے بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب بخاری کا درس دیں- یہ دونوں درس اسی مسجد اقصیٰ میں ہوں- اور باری باری ہوں- میں امید کرتا ہوں کہ قادیان کے دوست اور بیرون جات سے آنے والے دوست ان درسوں سے فائدہ اٹھائیں گے- اور درس دینے والوں سے امید ہے کہ وہ درسوں کو ایسے علوم پر مشتمل کریں گے- جو عام طور پر مفید ہوں گے- بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر چاہیں تو ان کو درسوں میں شامل کر سکتے ہیں- مگر عام لوگ انہیں سمجھ نہیں سکتے- اس وجہ سے میں دونوں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے امور پر اپنے درس مشتمل کریں جنہیں عام لوگ سمجھ

سکیں۔ اور مختصر کریں تاکہ سننے والوں کو ملال پیدا نہ ہو۔ پس یہ درس عام فہم اور مختصر ہوں وعظ و نصیحت کا رنگ غالب ہو۔ لوگوں کی ابتدائی تعلیم کو مدنظر رکھا جائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کوئی نبی نہیں آتا۔ جو ربانی نہیں ہوتا یعنی جو چھوٹے علوم پہلے نہیں پڑھاتا اور بڑے بعد میں۔ پس جب نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ چھوٹے علوم پہلے پڑھائے اور بڑے بعد میں۔ تو دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ چونکہ عام درسوں میں ایسے لوگ شامل ہوتے ہیں جو موٹی باتیں سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے ایسی باتوں پر ہی زیادہ زور دینا چاہیئے۔

یہ لوگ جو انتظام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اپنی طرف سے سوچ سمجھ کر کئے گئے ہیں۔ اور میرے ذہن میں اس سے بہتر نظام اور کوئی نہیں آیا۔ اگر اس سے بہتر کوئی اور انتظام ہو سکتا یا ان لوگوں سے بہتر کام کرنے والے اس وقت نظر آتے تو میں اس انتظام سے بھی بخل نہ کرتا۔ اس وقت کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی لوگ قابل ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن کو مشیروں میں شامل نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے اخلاص اور علم میں ان سے بڑھ کر ہوں لیکن اس موقع اور اس کام کے لئے بہتر سمجھ کر میں ان کو مقرر کرتا ہوں۔

نظارت کا کام چونکہ انتظامی ہے اور اور رنگ کا ہے اس لئے جماعت کا امیر ناظر اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ مولوی شیر علی صاحب چونکہ امیر بنائے گئے ہیں۔ جو ناظر اعلیٰ تھے۔ اس لئے یہ تجویز ہے کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ناظر اعلیٰ کا کام کریں۔ اصل ناظر اعلیٰ تو چوہدری نصراللہ خان صاحب ہیں۔ جو ان دنوں حج کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ ان کے آنے تک میر صاحب جو رخصت پر ہیں اور اگر ضرورت ہوئی تو اور رخصت لے سکتے ہیں۔ یہ کام کریں۔

میں نے جیسا کہ بتایا ہے نہایت غور اور آپ لوگوں کی بھلائی کے لئے یہ انتظام تجویز کیا ہے۔ مولوی شیر علی صاحب نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں۔ اور حیا والے آدمی ہیں۔ انتظام کے لئے سختی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں وہ ان میں نہیں ہے۔ باوجود اس کے میں سمجھتا ہوں۔ خلیفہ کی عدم موجودگی میں ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے کہ جو لوگوں کے دلوں کو رکھ سکے۔ خلیفہ بطور باپ کے ہوتا ہے اور اگر ایک باپ مرجاتا ہے تو خدا تعالیٰ روحانی بچوں کو دوسرا باپ دے دیتا ہے لیکن جب باپ ہو مگر موجود نہ ہو تو دل بہت نازک ہوتے ہیں۔ اس لئے نرم آدمی کی ہی ضرورت ہے۔

مفتی محمد صادق صاحب بھی پرانے مخلصین میں سے ہیں اور سلسلہ کی خدمات میں انہوں نے بہت

حصہ لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو ان سے خصوصیت سے محبت تھی۔ وہ حضرت مسیح موعود کے ایسے خدام میں سے تھے جو ناز بھی کر لیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے انہیں تبلیغ کی خدمتوں کا موقع دیا ہے مگر مجھے ان سے انتظامی امور میں تجربہ کا موقع نہیں ملا۔ لیکن میں دیانتداری سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ مشورہ دینے اور اپنی عقل و فہم کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کرنے میں ایسا حصہ لیں گے جو مبارک ہوگا۔ اور ان کی مدد اس کمیٹی کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

میاں بشیر احمد صاحب کو خدا تعالیٰ نے ایک فخر بخشا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ ایسا فخر ہے کہ انسان کا اس میں اپنا دخل نہیں اور اس میں کسی کو بغض و حسد کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ فخر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مجھے ہمیشہ حیرت ہوا کرتی تھی جب پیغامی مجھ پر مسیح موعود کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ناراض ہوا کرتے تھے۔ میں سوچا کرتا تھا کیا میں خود حضرت مسیح موعود کے گھر میں پیدا ہو گیا۔ اگر میرا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تو پھر بغض کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ اگر میں نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی ہوتی کہ مجھے وہاں پیدا کیا جائے تو کہہ سکتے تھے کہ اس نے خود کہہ کر اپنے آپ کو مسیح موعود کے ہاں پیدا کرلیا۔ اور ہمارے لئے روک بن گیا۔ لیکن پیدا ہونا تو میرے اختیار میں نہ تھا۔ یہی فخر میاں بشیر احمد صاحب کو حاصل ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑھ گئی ہیں۔ دنیا میں دو قسم کے فخر ہوتے ہیں۔ ایک اوپر سے نیچے کی طرف آتے ہیں اور ایک نیچے سے اوپر کی طرف جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو تو اس بات پر فخر ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں پر احسان کیا لیکن کبھی اس پر بھی فخر کیا جاتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر احسان کیا۔ جو فخر نیچے سے اوپر کو ہوتا ہے اس کی ذمہ داریاں اور ہوتی ہیں اور جو اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے اس کی ذمہ داریاں اور ہوتی ہیں۔ وہ احسان جو نیچے والوں پر کئے جاتے ہیں ان کے متعلق احسان کرنے والا یہ کہتا ہوا اچھا بھی لگتا ہے کہ میں نے یوں کیا۔ لیکن وہ نیچے والا جس پر احسان ہوا ہو۔ اس کا اس بات پر فخر کیسا کہ مجھ پر فلاں نے یہ احسان کیا۔ ایسا فخر بہت بڑی ذمہ داریوں کے نیچے انسان کو لے آتا ہے۔ اور ایسے انسان کا فرض ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اس فخر کے قابل ثابت کرنے کے لئے ان ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود نے اپنی اولاد کے متعلق کی ہیں۔ میاں بشیر احمد صاحب کو توفیق دے گا کہ وہ اس فخر کو جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی ذریت میں ہونے کا انہیں بخشا ہے۔ جائز ثابت کریں۔

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب جن کو ناظر اعلیٰ تجویز کیا گیا ہے ان کے دل میں حضرت مسیح موعود کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں ایسی ٹھوکر سے وہ جو دوسروں کو لگ جاتی ہیں یا لگ سکتی ہیں خدا نے ان کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات ان پر نازل ہوتی ہیں ان کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔ دوسرے جو لوگ مقرر کئے گئے ہیں وہ بھی اپنی اپنی جگہ کار آمد انسان ہیں۔

مولوی سید سرور شاہ صاحب علماء جماعت احمدیہ میں سے بڑے عالم ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں بہت مخلص آدمی ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے وجود سے بھی فائدہ پہنچے گا۔

قاضی امیر حسین صاحب بھی پرانے لوگوں میں سے ہیں۔ اور بہت مخلص ہیں۔

سید ولی اللہ شاہ صاحب گو نوجوان ہیں۔ جو نظارت کا کام کرتے ہیں لیکن ان میں میں نے یہ خوبی دیکھی ہے۔ باوجود اس کے کہ غیر ملک میں رہنے کی وجہ سے انہوں نے ایسے نمونے دیکھے ہیں جن میں حکومت کا رنگ اسلامی نہیں۔ ان میں اطاعت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اور جب کوئی حکم دیا جائے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔

ماسٹر عبدالمغنی صاحب کی بھی قدر کرتا ہوں سلسلہ کے کاموں کے تفکرات کی وجہ سے وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کی عمر اتنی نہیں جتنی عمر کے وہ نظر آتے ہیں۔ لیکن مالی معاملات میں اعتراضوں اور تنبیہوں کی وجہ سے وہ جوانی میں ہی بوڑھے ہو گئے ہیں۔

قاضی عبداللہ صاحب ایک مخلص شخص کے لڑکے ہیں۔ ان کے والد صاحب حضرت مسیح موعود کے پیارے لوگوں میں سے تھے۔ وہ خود بھی مخلص ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اخلاص ان کے باپ کے اخلاص سے مل کر مفید ثابت ہو گا۔

قاضی اکمل صاحب بھی نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کام کے لحاظ سے بہتوں سے زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اور باوجود بیمار رہنے کے زیادہ کام کر سکتے اور جلدی کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے سلسلہ کی بہت سی خدمات کا انہیں ایسا موقع مل جاتا ہے جو اوروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قابل قدر بات ہے۔

مولوی فضل الدین صاحب گو اتنے پرانے نہیں ہیں کہ انہیں حضرت مسیح موعود سے قرب حاصل ہوا ہو مگر میرا تجربہ ہے کہ جب سے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے خاندان اور حضرت

مسیح موعود سے خاص اخلاص رکھتے ہیں۔

میر محمد اسحاق صاحب نے تو حضرت مسیح موعود کے سایہ میں عمر بسر کی ہے اور ان کی حالت ایسی ہی تھی جیسی مسیح موعود کے باقی بچوں کی۔ وہ ہماری طرح ہی حضرت مسیح موعود کے گھر میں رہے۔ باتیں سنتے رہے۔ اور حالات کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہن رسا بھی دیا ہے۔ سلسلہ کے کاموں کے متعلق ان میں غیرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کو توفیق دے گا کہ سلسلہ کے لئے مفید ہو سکیں۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو یاد رکھنے کی وجہ سے اس قابل ہیں کہ مشوروں میں انہیں شریک کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے قانون دان ہیں۔

ایڈیٹر فاروق و ایڈیٹر نور اپنے اپنے رنگ میں اچھی خدمت کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب فاروق غیر احمدیوں کے مقابلہ میں اور ایڈیٹر صاحب نور غیر مذاہب کے مقابلہ میں خوب کام کر رہے ہیں۔

ایڈیٹر اور بھی ہیں جیسے الفضل کے ایڈیٹر لیکن مشوروں میں عمر کی بڑائی کا سوال بھی ہوتا ہے۔ اور اس کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے دوسرے ایڈیٹروں کو اس لئے شامل نہیں کیا گیا کہ وہ ایڈیٹر ہیں۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو اوروں کو بھی شامل کیا جاتا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اچھی عمر گزارنے کی وجہ سے ان کے تجربہ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ مشورہ دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود کو بالکل ابتدائی زمانہ میں قبول کیا اور اس وقت سے برابر سلسلہ کے ساتھ ان کا تعلق رہا ہے۔ یہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ وہ تو مرتد ہو گیا۔ مگر یہ اپنے اخلاص میں دن بدن بڑھتے گئے۔ جب یہ احمدی ہوئے تو کالج میں ہی انہوں نے انجمن بنائی اور تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود نے انہیں ان 12 آدمیوں سے قرار دیا ہے جنہیں کہا ہے کہ یہ میرے حواری ہیں۔

ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کارآمد کارکن ہیں۔ تبلیغ کا انہیں ایسا جوش ہے کہ بعض لوگوں کی نظروں میں جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ ایسے آدمی سست لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں۔

غرض یہ سارے کہ سارے ایسے ہیں کہ جو سلسلہ کا کام اچھا کر سکتے ہیں۔

ایک اور صاحب ہیں۔ جن کا نام میں نے اس وقت نہیں لیا۔ وہ حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلصوں میں سے ہیں۔ بلکہ آپ سے انہیں اور بھی تعلقات ہیں لیکن چونکہ ابھی وہ قادیان میں نہیں

آئے اس لئے ان کا نام نہیں لیا- وہ نواب محمد علی خان صاحب ہیں- آج کل اگرچہ وہ قادیان میں ہی ہیں مگر ابھی اپنا کام ختم کر کے نہیں آئے- اگر اس عرصہ میں کام کو ختم کر کے آجائیں تو وہ بھی مشوروں میں شامل ہوں-

میں امید کرتا ہوں کہ جن لوگوں کے سپرد کام کیا گیا ہے- وہ اسے اخلاص سے کریں گے- اور نہ صرف اس بات کو مد نظر رکھیں گے کہ کسی کے دل کو ٹھیس نہ لگے بلکہ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ وہ دلیری اور جرأت دکھانے کے وقت بزدلی بھی نہ دکھائیں گے-

دو ملکے ایسے ہیں جن سے حکومت کی جا سکتی ہے- ایک یہ کہ انسان نرمی کے وقت نرم ہو جائے اور سختی کے وقت سخت- اگر کسی میں یہ ملکے نہیں تو وہ حکومت نہیں کر سکتا- حکومت وہی کر سکتا ہے جو نرمی کے وقت اتنا گرے کہ گویا اس کا اپنا وجود ہے ہی نہیں- بات دیکھے اور ہنس دے- قصور وار پائے اور چھوڑ دے- لیکن جب سختی کا موقعہ ہو تو یکدم اس طرح مضبوطی کے ساتھ باگیں پکڑ لے جس طرح شاہسوار تیز رفتار گھوڑے کی ڈھیلی چھوڑی ہوئی باگوں کو ضرورت کے وقت معاً" کھینچ لیتا ہے- جب تک کسی میں یہ مادہ نہ ہو کہ وہ سمجھ سکے کس وقت ڈھیل دینی چاہیئے اور کس وقت پکڑ لینا چاہیئے اور جب تک یہ ہمت نہ ہو کہ جب سمجھے کہ اب ڈھیل دینے کا موقع نہیں اور اس وقت ایسا سخت ہو جائے کہ ساری دنیا کی طاقتیں بھی اسے ہلا نہ سکیں- اس وقت تک انتظام نہیں کر سکتا-

میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جن کے سپرد کام کیا گیا ہے- ان دونوں باتوں کو مد نظر رکھیں گے- وہ ایک طرف تالیف قلوب کو مد نظر رکھیں لیکن دوسری طرف اگر دیکھیں کہ نرمی سلسلہ کے لئے مضر ہے تو ایسی عمدگی سے حقیقی رستہ پر کام کریں کہ کوئی طاقت انہیں ہلا نہ سکے- یہی طاقت کسی کو حاکم بناتی ہے اور اسی سے انتظام قائم رہتا ہے-

دیکھو جب حضرت موسیٰ پہاڑ پر گئے تو بنی اسرائیل نے بت پرستی شروع کر دی- خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بتایا کہ جا دیکھ تیرے پیچھے بنی اسرائیل کو کیا ہو گیا- جب وہ آئے تو دیکھا کہ بنی اسرائیل نے بت رکھے ہوئے ہیں- اور ان کی پرستش کر رہے ہیں- انہوں نے حضرت ہارونؑ سے پوچھا یہ کیا بات ہے اور تو نے ان کو کیوں نہ روکا- انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے نہیں روکا کہ تم کہو گے تو نے بنی اسرائیل میں فساد ڈال دیا- یہ نرمی تھی مگر حد سے بڑھی ہوئی حالانکہ کوئی وقت ایسا بھی آجاتا ہے جب یہ بھی پروا نہیں کی جا سکتی کہ ایک بھی بچتا ہے یا نہیں- اور جب تک ایسی ہمت نہ ہو کہ ایسے موقع پر کسی کی پروا نہ کی جائے- اس وقت تک انتظام قائم نہیں رہ سکتا- اور جس کو

ایسی ہمت ہو کہ ایسے موقعہ پر وہ اس سے کام لے سکے۔ اس سے لوگ جاتے بھی نہیں دیکھو جب حضرت موسیٰ پہاڑ سے واپس آئے ہیں۔ اس وقت وہ اپنے ساتھ لشکر نہیں لائے تھے۔ لیکن جب حضرت ہارونؑ سے کہتے ہیں۔ یہ تم نے کیا کیا۔ تو وہ کہتے ہیں۔ غلطی ہو گئی حضرت ہارونؑ بھی ایک ہی تھے اور حضرت موسیٰؑ بھی ایک ہی۔ لیکن جب حضرت موسیٰؑ آ گئے۔ تو سارے کانپنے لگتے ہیں۔ اور جب انہوں نے کہا کہ مشرکوں کو قتل کرو۔ تو باپ بیٹے کو اور بیٹے باپوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ اسی قوت کا نتیجہ تھا۔ جو حضرت موسیٰؑ میں پائی جاتی تھی۔ اور یہی قوت ہوتی ہے۔ جس کا موقع اور محل پر استعمال قوموں کو ہلاکت سے بچا دیتا ہے۔ اور اس کی کمی کی وجہ سے جماعتیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔

اس عرصہ میں ڈاک کا انتظام یہ کیا گیا کہ جو دوست خط لکھنا چاہیں۔ وہ بدستور قادیان کے پتہ پر خط لکھیں۔ کیونکہ سب لوگوں کے مقدور میں یہ نہیں کہ اپنے خطوں پر تین تین آنے کے ٹکٹ لگائیں۔ پھر سب کو میرا پتہ بھی معلوم نہیں ہو گا کہ آج ہم کہاں ہیں۔ اور کل کہاں ہوں گے۔ ایک ماہ کا تو سفر ہی ہے۔ اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ ہفتہ کی ڈاک کا اکٹھا پارسل بنا کر بھیج دیا جائے۔ اس طرح غرباء بھی خط و کتابت کر سکیں گے۔ کیونکہ وہ دو پیسے کا کارڈ یا ایک آنہ کا لفافہ ہی بھیج سکتے ہیں اور پارسل پر کوئی زیادہ خرچ نہیں ہو گا۔ متفرق خطوط پر اگر پچاس روپے فی ہفتہ خرچ ہوں گے۔ تو اس طرح دو تین روپیہ میں پارسل چلا جائے گا۔ پس جن دوستوں نے خطوط لکھنے ہوں۔ وہ اپنے خطوط قادیان میں بھیج دیں۔ اور خط پر لکھ دیا جائے کہ یہ خط ان (حضرت خلیفتہ المسیح) کو بھیجا جائے۔ جن خطوط پر یہ لکھا ہو گا۔ وہ مجھے بھیج دیئے جایا کریں گے۔ ورنہ باقی خطوں کو یہاں ہی کھولا جائے گا اور ان کا مناسب جواب دے دیا جائے گا۔

اس کے بعد میں جماعت کو عام ہدایت کرتا ہوں کہ یہ سفر محض اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے وہ رستے تلاش کئے جائیں۔ جن سے اسلام دنیا میں آسانی سے پھیل جائے۔ اس وقت اسلام کے رستہ میں کوئی مذہب روک نہیں۔ بلکہ یورپ کا تمدن روک ہے عیسائیت اور ہندو مذہب ٹوٹ چکے ہیں۔ ان کا لوگوں پر کچھ اثر نہیں رہا۔ لوگ انہیں ترک کرنے کے لئے تیار ہی نہیں بلکہ ترک کر چکے ہیں۔ لیکن لوگ اس بات کے لئے تیار نہیں کہ اپنی عادتیں چھوڑ دیں ہم نے اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ لوگوں کی وہ عادتیں جو اسلام کے خلاف ہیں۔ ان کی کیونکر اصلاح کی جا سکتی ہے اور وہ عادتیں جو اسلام کے تو خلاف نہیں۔ لیکن خلاف سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں کس طرح اسلام کے مطابق ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پھر وہ عادتیں جو اسلام کے لئے مفید ہیں۔ ان سے کیوں کر

کام لیا جا سکتا ہے ان ہر قسم کی عادتوں کو دیکھنا ہے اور یہ کوئی معمولی کام نہیں۔ بلکہ ایک بنیاد ہے جو آئندہ سلسلہ کے لئے رکھی جاتی ہے لکھا ہے۔

شاہجہان کی بیوی نے اپنے فوت ہونے سے پہلے خواب دیکھی کہ ایک ایسا مقبرہ ہے جس میں میں دفن ہوئی ہوں۔ جب اس نے بادشاہ کو یہ خواب سنائی۔ تو اس نے انجینئروں کو بلا کر کہا۔ ایسا مقبرہ تیار کرو انجینئروں نے کہا کہ یہ نہیں بن سکتا۔ جب بادشاہ مایوس ہو گیا۔ تو ایک شخص آیا اور آ کر کہا۔ میں ایسا مقبرہ بنا سکتا ہوں مجھے وہ جگہ دکھا دی جائے۔ جہاں مقبرہ بننا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس جگہ تک کشتی میں بیٹھ کر چلیں اور کشتی میں ایک لاکھ روپیہ کی تھیلیاں رکھ دی جائیں۔ بادشاہ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ جب کشتی میں بیٹھ کر چلے تو اس نے ایک تھیلی اٹھائی۔ اور روپے دریا میں بکھرتے ہوئے کہا۔ بادشاہ سلامت روپیہ یوں ڈالنا پڑے گا تب مقبرہ تیار ہو گا۔ بادشاہ نے کہا۔ کوئی پروا نہیں پھر اس نے دوسری تھیلی اٹھائی۔ اور اسی طرح کہہ کر دریا میں ڈال دی۔ حتّٰی کہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچنے تک ایک لاکھ روپیہ دریا میں ڈال دیا بادشاہ نے کہا کہ بے شک اسی طرح خرچ کرو۔ مگر مقبرہ ضرور بنا دو۔ کنارے پر جا کر اس نے کہا کہ اب ضرور مقبرہ بن جائے گا۔ دوسرے انجینئر اسی لئے کہتے تھے۔ نہیں بنے گا کہ آپ خرچ سے گھبرا جائیں گے لیکن میں نے تجربہ کر لیا ہے۔ جب ایک لاکھ روپیہ دریا میں ڈال دینے سے آپ کے ماتھے پر بل بھی نہیں پڑا تو مقبرہ ضرور تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے تیار کرا دیا۔ اور شاہجہان کی بیوی نے دیکھ کر کہا کہ ایسا ہی میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

وہ ایک مقبرہ تھا جس کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی تھیلیاں دریا میں پھینکی گئی تھیں اور کئی لوگ سمجھتے ہوں گے۔ مقبرہ کی کیا حقیقت ہے۔ لیکن ہم نے مقبرہ نہیں بلکہ زندگی کے گھر بنانے ہیں۔ پھر ایک نہیں بلکہ اربوں۔............... لیکن باوجود اس کے کئی لوگ سمجھتے ہیں۔ بیٹھے بٹھائے یہ کام ہو جائے گا۔ اگر ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ اور ان لوگوں کے قلوب پر قبضہ پانا ہے جن کے سامنے ہماری اتنی بھی حیثیت نہیں۔ جتنی ان کے نزدیک اپنے گھر کے جانوروں کی ہے۔ تو سمجھ لو۔ ہمارا کام کس قدر مشکل اور کتنا بڑا ہے۔ انگلستان کا ایک امیر بیس ہزار کو کتا خریدنے کے لئے تیار ہو جائے گا اور تیس ہزار پر گھوڑا خرید لے گا۔ مگر دس ہزار پر کسی ہندوستانی کو خریدنے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ مگر باوجود اس کے ہم سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم نے احمدی بنانا ہے۔ وہ ہمیں جانوروں سے بدتر سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ ان کے گلے میں ہم نے پٹے ڈالنے ہیں۔ وہ ہمیں انسان ہی

نہیں سمجھتے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم انہیں باخدا انسان بنائیں گے۔ اس سے سمجھ لو کہ ہمارا کام کس قدر اہم ہے۔ ایسے اہم کام کے لئے ہم جب تک مستقل سکیم تیار نہیں کرتے اس وقت تک کامیابی کے امیدوار بھی نہیں ہو سکتے۔

یورپ میں تبلیغ اسلام کا سوال ایک یا دو دن میں حل ہونے والا سوال نہیں۔ بلکہ صدیوں کا سوال ہے لیکن اگر ہم غلط رستہ پر چلیں گے۔ تو صدیاں کیا۔ ہزاروں سال میں بھی حل نہیں کر سکیں گے۔ اس وقت ہمارے سفر کی غرض یہ نہیں کہ یورپ کو مسلمان کر آئیں۔ بلکہ یہ ہے کہ اس بات پر غور کریں کہ مغربی ممالک کس طرح اسلام کو قبول کر سکتے ہیں۔ گویا ہمارا یہ سفر تشخیص مرض کے لئے ہے نسخہ کے لئے نہیں۔ یورپ میں دو قسم کے ڈاکٹر ہوتے ہیں ایک مرض کی تشخیص کرتے ہیں اور دوسرے نسخہ دیتے ہیں۔

خلیفہ کا کام مرض کی تشخیص کرنا اور علاج تجویز کرنا ہے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ جو خلیفہ سے کم حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ نسخے دیں گے۔ پس یہ سفر اس لئے نہیں کہ ہم جا کر اہل یورپ کو کلمہ پڑھا آئیں۔ گو یہ بھی نہیں کہ اگر کوئی پڑھنا چاہے۔ تو بھی نہیں پڑھائیں گے۔ مگر اس سفر کی غرض یہ نہیں۔ اگر اس سفر میں بھی خدا تعالیٰ بعض روحوں کو ہدایت دے دے تو یہ اس کا احسان اور فضل ہو گا۔ مگر ہماری یہ غرض نہیں کہ چند لوگوں کو مسلمان بنا آئیں۔ بلکہ یہ ہے کہ کون سا طریق ہے کہ جس سے ساری دنیا کو مسلمان بنائیں اتنی بڑی غرض بغیر قربانیوں کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح کہتے ہیں۔ یہ دیو روزے اور قربانی سے نکلتے ہیں۔ مگر ان کے زمانہ کے دیو بہت کمزور تھے جن کی ایک چھوڑ سے جان نکل سکتی تھی۔ لیکن جن دیوؤں سے ہمیں مقابلہ پڑا ہے۔ وہ بہت خطرناک ہیں اور انہیں ہم روزے اور دعاؤں کے بغیر نہیں نکال سکتے۔ یہاں روزے کے یہ معنی ہیں کہ خود بھوکے رہیں اور مال دین کے لئے خرچ کر دیں۔ دیکھو حضرت مسیح کے حواریوں کے ایک حصہ نے اس کو کس طرح پورا کیا۔ وہ فقیر کہلائے لیکن اس لئے نہیں کہ مانگتے پھرتے تھے بلکہ اس لئے کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا۔ وہ خرچ کر دیتے۔ ہمارا مسیح تو اس مسیح سے بڑھ کر تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ مسیح محمدی مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ پس جس طرح ہمارا مسیح مسیح ناصری سے بڑھ کر ہے۔ اس طرح آپ کی جماعت کو بھی مسیح ناصری کی جماعت سے بڑھ کر ہونا چاہیئے۔ امید ہے کہ آپ لوگ اس فضیلت کو ثابت کر دیں گے۔ اور دین کے رستہ میں قربانی کرنے میں کوئی چیز تمہارے رستہ میں حائل نہ ہو گی پھر دعائیں بھی کریں گے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔

پھر میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ جب وہ انسان جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو سامنے نہ ہو تو کئی قسم کے وسوسے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسے وقت میں خصوصیت سے محبت کا رنگ دکھائیں۔ تمام وعظ و نصائح عمل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ نہ کہ صرف سن چھوڑنے کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ سچے ہو کر جھوٹے بنو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جھوٹ بولو بلکہ یہ ہے کہ جو حقوق سچے ہونے کی حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان کے لئے اگر تم سے جھوٹوں جیسا سلوک کیا جائے۔ تو اسے بھی قبول کرو۔

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ سب لوگ آپس میں محبت اور سلوک سے رہیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھو۔ کوئی فوج لڑ نہیں سکتی۔ جس کے آگے دشمن ہو اور پیچھے بغاوت۔ اگر تم لوگ میرے اس سفر کو کامیاب بنانا چاہتے ہو۔ اور جس کثرت سے اس سفر کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق اسے اہم سمجھتے ہو۔ تو یہ بھی عہد کرو کہ کوئی ایسی بات نہ کریں گے۔ جو مناسب نہ ہو۔ دیکھو ایک ماں جب سنتی ہے کہ میرا فلاں بچہ بیمار ہے۔ تو خواہ وہ دنیا کے دوسرے سرے پر ہو۔ تو بھی بے چین ہو جاتی ہے اور کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر مجھے ایک یا دو کے متعلق ہی فتنہ و شرارت کی خبر پہنچے گی یا بری بات معلوم ہو گی۔ تو اس کا یہ اثر ہو گا۔ کہ سارا سفر بے چینی میں گذرے گا۔ اسلام تو کہتا ہے۔ کبھی فساد نہ کرو مگر میں کہتا ہوں۔ کم از کم چار ماہ کے لئے تو اقرار کرو کہ کوئی فتنہ و فساد نہ پیدا ہونے دیں گے۔ اور جب اتنے عرصہ کے لئے اقرار کر کے اس پر قائم رہو گے۔ تو ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ تمہیں اس اقرار کو نباہنے کی توفیق دے گا۔ پس اگر ایک کو کسی سے نقصان بھی پہنچے۔ گلہ شکوہ بھی پیدا ہو۔ تو بھی میں امید کرتا ہوں کہ دوسرا اخلاص کا نمونہ دکھائے گا۔ اور فساد نہیں پیدا ہونے دے گا۔ پھر جو انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے ماتحت اطاعت کا پورا نمونہ دکھاؤ۔ جن کو انتظام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ان کے فیصلے خواہ تمہاری رائے کے موافق ہوں یا مخالف ان کو منظور کرو۔

اسی طرح میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تبلیغ کی طرف خاص توجہ رکھو۔ ایک طرف زور دینے کے یہ معنی نہیں کہ دوسری طرف سستی پیدا ہو جائے۔ کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ چاروں طرف پورے زور سے کام کیا جائے۔ ادھر ہم مغرب میں جاتے ہیں۔ ادھر تم مشرق میں پورا زور لگاؤ تاکہ ایک ہی وقت میں مغرب بھی گرایا جائے۔ اور مشرق بھی۔

پھر بہت لوگ ہوتے ہیں جن میں عفو کی طاقت نہیں ہوتی۔ اگر وہ کسی بات میں عفو نہ کر سکیں۔ تو صبر سے کام لیں۔ عفو تو یہ ہوتا ہے کہ بات کو بالکل مٹا دیا جائے۔ اور صبر یہ ہوتا ہے کہ دوسرے وقت تک اس کے متعلق انتظار کیا جائے۔ پس وہ انتظار کریں۔ جب تک کہ خلیفہ کو خدا تعالیٰ خیرت سے واپس لائے۔

پھر قادیان آنے کے لئے بیرون جات کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ قادیان بابرکت جگہ ہے۔ اور اپنی ذات میں بابرکت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں رہتے تھے۔ اور اب آپ کا مزار اس میں ہے۔ پھر اس میں وہ مسجدیں ہیں۔ جو مبارک ہیں پس احباب یہاں پہلے کی طرح ہی آئیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ آئیں۔ تا کہ کارکنوں کو کام میں ان سے مدد ملے پھر ہر جگہ کے کارکنوں کو چاہیئے کہ لوگوں کو ایثار اور قربانی کی تعلیم دیں اور تبلیغ کی طرف توجہ دلائیں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ **کلکم راع و کلکم مسئول** کہ تم گڈریئے ہو۔ اور سب سے خدا تعالیٰ سوال کرے گا کہ تم نے کیا کام کیا۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے سب کے سب لوگ اپنے کام کو سمجھیں اور اسے کرنے کی پوری پوری کوشش کریں پھر میں یہ کہتا ہوں کہ خصوصیت سے ہماری کامیابی کے لئے دعاؤں پر زور دیں۔ ہر ایک انسان انسان ہے۔ خواہ وہ کتنا بڑا ہو۔ اور سوائے اس کے کہ خدا سے مدد آئے۔ کوئی انسان کچھ نہیں کر سکتا۔

میں نے جو انتظام کیا ہے۔ نہایت دیانتداری سے کیا ہے اور آپ لوگوں سے امید ہے۔ کہ آپ اس کو کامیاب بنانے میں ہر طرح مدد دیں گے اور دعاؤں سے ہماری مدد کریں گے کہ خدا تعالیٰ ہر قسم کے شرور سے محفوظ رکھ کے اس سفر کو کامیاب بنائے جس کام کے لئے ہم جا رہے ہیں۔ وہ کوئی معمولی کام نہیں۔ بلکہ عظیم الشان کام ہے۔ اور جب تک خدا تعالیٰ کی نصرت نہ ہو۔ کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ اس سفر کے فوری نتائج نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ کسی سکیم کے نتائج فوری نہیں ہوا کرتے دیکھو ایک کمانڈر جب کوئی سکیم تیار کرتا ہے۔ تو اسی وقت اس کے نتائج نہیں نکل آتے۔ بلکہ اس کے مطابق لڑائی لڑنے کے بعد نکلتے ہیں۔ یہ سفر جس طرح بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح بعض ایسے کوتاہ اندیشوں کے لئے۔ ٹھوکر کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ جو یہ خیال کریں کہ ادھر ہم یورپ گئے۔ اور ادھر بادشاہ بیعت کرنے کے لئے آ جائیں۔ میں اس لئے نہیں جا رہا۔ اور جو اس خیال سے جاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا امتحان کرتا ہے۔ اور وہ مستحق ہے۔ کہ ٹھوکر کھائے اور ابتلا کے گڑھے میں ڈالا جائے۔ پس میں اس لئے نہیں جاتا کہ بادشاہ بیعت میں

داخل ہوں۔ بلکہ اس لئے جاتا ہوں کہ ان ممالک میں جا کر اسلام بگڑ نہ جائے۔

دیکھو عیسائیت دیگر ممالک میں جا کر اپنی اصلی شکل میں نہ رہی بلکہ بگڑ گئی۔ لوگ تو بہت عیسائی ہو گئے۔ مگر ان کے پاس وہ عیسائیت نہ رہی۔ جو حضرت مسیح لائے تھے۔ بلکہ وہ دہریت تھی ہم نے یورپ کو اسلام پر قائم کرنا ہے۔ اس کے لئے اگر سکیم نہ سوچیں تو ممکن ہے۔ بے دینی کی ایک نئی بنیاد قائم ہو جائے۔ جب عیسائیت کی تبلیغ کے لئے لوگ غیر ممالک میں گئے۔ اور لوگوں نے کہا کہ ہم سے ان باتوں پر روز مرہ عمل نہیں ہو سکتا۔ تو انہیں کہہ دیا گیا کہ صرف مسیح پر ایمان لے آنا کافی ہے۔ اگر خدانخواستہ اسلام کے متعلق بھی اسی طرح کیا گیا۔ اور اس طرح پھیلایا گیا۔ تو اس کا پھیلانا نہ پھیلانے سے برا ہو گا۔ ہم نے اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ وہ کون سی باتیں ہیں۔ جو اسلام قبول کرنے میں حارج ہیں۔ اور کس طرح اسلام ان لوگوں سے منوایا۔ اور کیونکہ اسلامی احکام پر عمل کرایا جا سکتا ہے۔ جب تک یہ سکیم نہ تیار کریں۔ اس وقت تک ہم مغرب میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور اگر اس کے بغیر کامیاب ہوں۔ تو وہ دین کی کامیابی نہیں ہو گی۔ بلکہ اپنی نفسانیت کی کامیابی ہو گی۔ جو رحمت کا موجب نہ ہو گی۔ بلکہ عذاب کا باعث ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس پر جس کی طرف سے ایسی بنیاد رکھی جائے۔ جو اس کے لئے لعنت کا موجب ہو تو جو کام تجویز کیا گیا ہے وہ ایسا ہے کہ اس کے نتائج فوری نہیں نکل سکتے۔ مگر وہ ہے اتنا ضروری کہ اس کے بغیر نتائج نکل بھی نہیں سکتے۔ پس جب تک خاص دعائیں نہ کی جائیں۔ ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے میں دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اس عرصہ میں خصوصیت سے دعاؤں میں لگے رہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں یورپ کو اسلام میں لانے کی توفیق دے۔ اور اسلام بھی وہ جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لائے۔ اس وقت دنیا یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ وہ اسلام اب پھیل سکتا ہے۔ ابھی ذوالفقار علی خان صاحب پاسپورٹ لینے کے لئے گئے۔ تو ایک بڑے انگریز افسر نے کہا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم ہماری عورتوں کو پردہ کا پابند بنا سکو۔ اگر کوئی اس بات کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ اچھا پردہ کو جانے دو۔ تو پھر کہا جائے گا۔ ان ممالک میں شراب نہیں چھوڑی جا سکتی۔ اس کے لئے یہ کہہ دیا جائے کہ اچھا نشہ نہ ہو۔ ایک دو گلاس پی لیا کرو۔ اس طرح تو اسلام میں وہی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جنہیں دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود آئے تھے۔ پس دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ میں بھی یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ لوگوں کے لئے دعائیں کرتا رہوں گا کہ آپ پر جو ذمہ داریاں ہیں۔ وہ عمدگی کے ساتھ بجا لا سکیں۔ اور آپ لوگ ہمارے لئے دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ

ہمیں کامیاب کرے۔ اس موقعہ پر یہی ایک دوسرے کا تعاون ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے اخلاص میں تقویٰ و طہارت میں ترقی دے۔ اسلام سے محبت اور لگاؤ پیدا کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی محبت دے۔ اسلام اور احمدیت کی محبت، دین کی تڑپ پیدا کرے۔ نفس کی ٹھوکروں سے بچائے۔ اور اپنے فضل کے سائے کے نیچے رکھے۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں سے ایسا راضی ہو کہ پھر ناراض نہ ہو۔ اور ہم اس سے ایسے راضی ہوں کہ کبھی ناراض نہ ہو۔ وہ ہمیں اس طرح نظر آئے کہ کبھی ہماری نظروں سے پوشیدہ نہ ہو۔ اور اس طرح ہم اسے پائیں کہ پھر کبھی نہ کھوئیں۔

(الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۲۴ء)

۱۳ سورۃ طٰہٰ